۴۲۳۸۴

42384

محترم مفتی صاحب

السلام علیکم!

آپ سے ایک شرعی مسئلہ دریافت کرنا ہے، میری بیٹی ایک ٹرانس جینڈر (transgender) ہے، کئی سال سے ایک عارضے جینڈر ڈسفوریا gender dysphoria میں مبتلا ہے۔ وہ طبی رپورٹ کے مطابق مکمل لڑکی ہے لیکن ظاہری اعضاء میں کئی اعضاء مردوں کے ہیں۔ اب وہ مکمل طور پر لڑکا بننا چاہتی ہے، ڈاکٹروں کے مطابق اس کو male harmone therapy کا عمل شروع کروانا چاہیے، جس سے یہ لڑکا بننا شروع ہو جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ اس کے لیے آپریشن کے ذریعے لڑکا بننا جائز ہے یا نہیں؟ اور لڑکا بننے کے بعد اس پر لڑکوں کے احکام لاگو ہوں گے یا لڑکیوں کے؟

جواب منسلک ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداًومصلیاً

سوال میں ذکر کردہ عارضہ "Gender Dysphoria" کی وجہ سے جنس کی تبدیلی کا شرعی حکم ذکر کرنے سے پہلے بطور تمہید چند مقدمات ذکر کیے جاتے ہیں، اس کے بعد شرعی حکم ذکر کیا جائے گا۔

۱۔ ہماری معلومات کے مطابق ٹرانس جینڈر (transgender) وہ لوگ ہیں جو داخلی احساس کی بناء پر اپنی جنس، ان کی اصل جنس کے خلاف تصور کرتے ہیں، بعض ٹرانس جینڈر مذکورہ کیفیت کی وجہ سے انتہائی نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں، طبی اصطلاح میں ٹرانس جینڈر کی اس کیفیت کو "Gender Dysphoria" یا "Gender Identity Disorder (GID)" کہا جاتا ہے۔ یہ کیفیت ایک کامل جنس والے انسان اور خنثیٰ دونوں کو پیش آسکتی ہے، اس عارضہ کی وجہ سے ایسے لوگ اپنی جنس بدلنا چاہتے ہیں، جس کے لیے آج کل مختلف آپریشن رائج ہیں۔

۲۔ بعض ٹرانس جینڈر اپنے داخلی تولیدی اور خارجی جنسی اعضاء کے اعتبار سے مکمل طور پر ایک ہی جنس کے ہوتے ہیں، مثلاً: مکمل طور پر نر یا مکمل طور پر مادہ ہوتے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود وہ اپنی جنس قبول نہیں کرتے۔ اس صورت میں جنس قبول نہ کرنا نفسیاتی مرض یا محض نفسانی خواہش ہے، یہ کوئی حقیقی جسمانی مرض نہیں ہے۔ البتہ بعض ٹرانس جینڈر بالخصوص خنثیٰ کسی جسمانی عارضہ، مثلاً: مخالف جنس کے جنسی ہارمونز کے غلبے کی وجہ سے اپنی جنس قبول نہیں کرتے، اس صورت میں جنس قبول نہ کرنا ایک حقیقی جسمانی مرض ہوتا ہے۔

۳۔ کسی انسان میں نر اور مادہ دونوں کے جنسی اعضاء اور جسمانی علامات کے جمع ہونے کی صورت میں اس کی جنس (یعنی نر یا مادہ ہونے) کی تعیین کے لیے ایک طریقہ کار وہ ہے، جو حضرات فقہائے کرام نے ذکر فرمایا ہے، جس کے مطابق بلوغت سے پہلے بول کا اعتبار کیا جاتا ہے، اگر ذکر سے پیشاب خارج ہوتا ہو تو اسے نر قرار دیا جاتا ہے، اور اگر فرج سے پیشاب خارج ہوتا ہو تو اسے مادہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور بلوغت کے بعد دیگر علامات، مثل: حیض، احتلام، حمل اور ولادت وغیرہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ حضرات فقہائے کرام بلوغت کے بعد بول کا اعتبار نہیں کرتے، چنانچہ حمل اور ولادت کے ظاہر ہونے کی صورت میں اگر بول ذکر سے خارج ہوتا ہو تو حمل اور ولادت کو بول پر ترجیح دیتے ہوئے خنثیٰ کو مادہ قرار دیا جائے گا۔ (دیکھیے عبارت نمبر: ۱)

۴۔ جبکہ دوسرا طریقہ کار وہ ہے، جو اطباء حضرات نے اختیار کیا ہے، جس کی رو سے انسان کی جنس کی تعیین اس کے داخلی تولیدی اعضاء (مثلاً: بیضہ دانی، رحم یا خصیتین)، جنسی کروموسومز اور جنسی ہارمونز کے ذریعہ ہوتی ہے۔ بعض دفعہ کسی انسان کے داخلی تولیدی اعضاء اور اس کے ظاہری جنسی اعضاء اور جسمانی علامات میں اختلاف پایا جاتا ہے، مثلاً اس کا تولیدی عضو تو متعین جنس (نر یا مادہ) کا ہوتا ہے تاہم اس کے جنسی اعضاء اور جسمانی علامات مشتبہ ہوتی ہیں۔ اس صورت میں طبی اعتبار سے جنس کی تعیین داخلی تولیدی اعضاء کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ (دیکھیے عبارت نمبر: ۲)

۵۔ تعیینِ جنس کے مذکورہ بالا دونوں معیار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بلوغت کے بعد حضرات فقہائے کرام اور اطباء دونوں نے بول کے بجائے داخلی تولیدی نظام کا اعتبار کیا ہے، اطباء حضرات کی رائے تو واضح ہے، اور حضرات

فقہائے کرام نے بھی بلوغت کے بعد بول کے مقابلہ میں حمل اور ولادت کو ترجیح دی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد البلوغ جنس کی تعیین میں حضرات فقہائے کرام نے بھی داخلی نظام تولید کا اعتبار کیا ہے۔ اور بلوغت سے پہلے چونکہ سابقہ ادوار میں داخلی نظام تولید کا ادارک ممکن نہیں تھا، اس لیے حضرات فقہائے کرام نے قبل البلوغ، اس سے تعرض نہیں کیا ہے، اور آج کل چونکہ بلوغت سے پہلے اور بلوغت کے بعد دونوں حالتوں میں طبّی معائنہ کے ذریعہ اس کا ادراک ممکن ہے، اس لیے اب قبل البلوغ اور بعد البلوغ دونوں حالتوں میں طبّی معائنہ کے ذریعہ داخلی تولیدی اعضاء، جنسی کروموسومز اور جنسی ہارمونز کے مطابق جنس کی تعیین کی جاسکتی ہے، اور اس معیار پر متعین شدہ جنس کے احکام جاری ہوں گے۔ (دیکھیے عبارت نمبر: ۳ اور ۴)

اس تمہید کے بعد سوال میں ذکر کردہ عارضہ "Gender dysphoria" کی وجہ سے تبدیلیٔ جنس کا شرعی حکم یہ ہے:

تمہید میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق مذکورہ عارضہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت نفسیاتی مرض کی ہے اور دوسری صورت حقیقی جسمانی مرض کی ہے۔ اگر ایک انسان اپنی داخلی تولیدی اعضاء اور خارجی جنسی اعضاء کے اعتبار سے کامل طور پر ایک ہی جنس کا ہو، مثلاً مکمل نر یا مکمل مادہ ہو، تاہم وہ کسی وجہ سے ذہنی طور پر یا ذاتی شوق اور نفسانی خواہش کی بناء پر اپنی جنس قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو یہ ایک نفسیاتی مرض ہے، اس صورت میں ایک کامل جنس والا انسان تبدیلیٔ جنس کے لیے جو طبّی عمل اختیار کرتا ہے، حقیقت میں اس عمل سے جنس نہیں بدلتی، بایں طور کہ کامل مرد عورت بن جائے یا کامل عورت مرد بن جائے۔ چنانچہ اس عمل کے بعد انسان کروموسومز کی سطح پر سابق جنس پر برقرار رہتا ہے، اور اسی طرح دیگر خصوصیات، مثلاً: مرد کے اندر حمل اور ماہواری وغیرہ کی صلاحیتیں پیدا نہیں ہوتیں، بلکہ صرف ظاہری اعضاء اور علامات بدل جاتی ہیں۔ اس لیے اس صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ تغییر لخلق اللہ میں داخل ہے، جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ نیز یہ امر معلوم ہے کہ شرعاً خصی ہونا ناجائز ہے، جو ایک وصف کا ضیاع ہے، لہذا جنسی اعضاء کا ضیاع بطریق اولی ناجائز ہوگا۔

البتہ جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے، جس میں کسی انسان کے داخلی تولیدی اعضاء، ہارمونز اور کروموسومز طبّی تحقیق کی رو سے ایک جنس کے ہوں اور اس کے خارجی جنسی اعضاء مشتبہ ہوں، یا بظاہر داخلی تولیدی اعضاء کے برعکس ہوں اور اس حالت میں وہ اس ظاہری حالت کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو بلکہ اپنی جنس داخلی تولیدی اعضاء کے موافق تصور کرتا ہو اور ظاہری جنسی اعضاء اور جسمانی علامات کو آپریشن کے ذریعہ داخلی تولیدی اعضاء کے موافق بدلنا چاہتا ہو تو چونکہ اس صورت میں ظاہری جنسی اعضاء سے معلوم ہونے والی جنس قبول نہ کرنا ایک حقیقی جسمانی مرض ہے، اس لیے اس صورت میں تبدیلیٔ جنس کے عنوان سے رائج آپریشن کے ذریعہ ظاہری جنسی اعضاء اور جسمانی علامات کو داخلی تولیدی اعضاء کے موافق درست کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ اس صورت میں ظاہری جنسی اعضاء اور علامات میں جو اعضاء اور علامات طبّی رپورٹ سے ثابت شدہ جنس کے خلاف ہوں گے، وہ زائد عضو کے حکم میں ہوں گے اور اصل جنس میں اشتباہ پیدا کرنے کی وجہ سے ایک عیب شمار ہوں گے، اس لیے ایسے اعضاء اور علامات کو آپریشن کے ذریعے درست کرنا جائز ہے۔ نیز اس صورت میں مذکورہ جنسی اعضاء اور علامات کا ازالہ اور اصل جنس کے موافق اعضاء کی درستگی کا عمل تبدیلیٔ جنس نہیں کہلائے گا بلکہ اسے "تعیینِ جنس" یا "تصحیحِ جنس" کہا جائے گا۔ کیونکہ اس

طرح کے طبی عمل سے در حقیقت اصل جنس کی تصحیح اور تبیین ہوتی ہے، چنانچہ مادہ کے اندر حمل اور ماہواری وغیرہ کی صلاحیت ظاہر ہو جاتی ہے اور نر کے اندر مردانہ خصوصیات ظاہر ہو جاتی ہیں۔ لہذا یہ ایک بیماری کا علاج ہے جس کی گنجائش ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں اگر آپ کی بیٹی طبی رپورٹ کے مطابق داخلی نظام تولید، کروموسومز اور ہارمونز کے اعتبار سے مکمل مادہ ہے، تاہم ذہنی اعتبار سے وہ خود کو نر تصور کرتی ہے، تو اس کی یہ کیفیت ایک نفسیاتی مرض ہے اور اس صورت میں اس کے لیے جنسی اعضاء کو آپریشن سے بدلوانا جائز نہیں، کیونکہ یہ تغییرِ خلق اللہ میں داخل ہے۔ لہذا اسی حالت پر صبر کرنا اور راضی رہنا لازم ہے۔ البتہ اگر وہ طبی رپورٹ کے مطابق واقعۃً نر ہے لیکن ظاہری جنسی اعضاء اور علامات مادہ کی ہیں، تو ایسی صورت میں اس کے لیے ظاہری جنسی اعضاء اور علامات کو آپریشن کے ذریعہ درست کرنے اور اصل جنس کے موافق بدلنے کی گنجائش ہے۔

متعدد معاصر علمائے کرام اور دار الافتاؤں نے ذکر کردہ صورت کے جواز کا موقف اختیار کیا ہے، سعودی عرب کے ''اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء''، وغیرہ نے اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء(٢٥/ 44)

هل يجوز لي في الإسلام أن أجري عملية تغيير جنس أتحول فيها من رجل إلى امرأة؟ لقد ولدت ذكرا، وحتى الآن أنا ذكر من الناحية الفيزيولوجية، لقد نشأت في مجتمع غربي يتمتع بقيم أكرهها أنا تماما وأشمئز منها، وقبل حوالي أربع سنوات بدأت أسأل الله في صلواتي اليومية، والآن فقط وصلت المرحلة التي يمكنني بها أن أسأل عالما مثلكم عن هذا الأمر، عسى أن يوفقني الله بحكمتكم وعلمكم إلى إجابة لهذا السؤال، إن سؤالي هذا ينبع من المشاعر الغريبة التي تنتابني منذ طفولتي وأنا أكره أن أقوم بدور شخص ذكر، وإنما أعتبر نفسي أنثى، أما الآن فمشاعري أكثر تعقيدا، وبالرغم من أنني من الناحية الطبيعية رجل، ويمكنني أن أقوم بدور الذكر بكفاءة تامة، إلا أنني من الناحية الفيزيولوجية أحمل صفات أنثوية، إنني أجد في نفسي ميلا وانجذابا نحو الأولاد الذكور عاطفيا وجنسيا بالرغم من أني لم أمارس الجنس مع أي إنسان- وعلى نحو ما أحس بأنني ينبغي أن أكون بنتا، ولكنني لا أستطيع أن أعبر عن أنوثتي؛ لأن جسدي جسد ذكر، لهذا السبب فإنني أعتقد أن إجراء عملية جراحية جنسية ستساعدني في علاج حالتي، ولكنني لن أقوم بهذه العملية إذا لم تكن جائزة في الإسلام، ولهذا فإنني أسألكم لتجيبوني.

لا أعتقد أن أحدا سألكم مثل هذا السؤال من قبل، ولكن أرجو منكم أن تجيبوني وتوجهوني رغم تعقيد المسألة، إني مسلم سواء كنت ذكرا أم أنثى، وأرجو من الله أن يحفظني مسلما إلى الأبد، وأختتم رسالتي بأمل أن أتلقى ردكم وأرجو من الله أن يثيبكم على ما تقدموه من عمل. والسلام عليكم.

الجواب:

أولا: قال الله تعالى: ﴿لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ * أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾[الشورى: 49-50] فعلى المسلم أن يرضى بخلق الله وتقديره.

دار الافتاء

فإذا كانت حالتك كما ذكرت من أنك متحقق من رجولتك، وأنك يمكن أن تأتي بدور الذكر بكفاءة تامة وإن كنت لم تمارس الحالة الجنسية بالفعل مع أي إنسان، فعليك أن تحتفظ بذكورتك وترضى بما اختاره الله لك من الميزة والفضل، وتحمده أن خلقك رجلا، فالرجل خير من المرأة، وأعلى منزلة، وأقدر على خدمة الدين والإنسانية من المرأة، كما دل على ذلك قوله تعالى: ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ الآية[الشورى: 49].

وما ذكره تعالى في قصة امرأة عمران من نذرها ما في بطنها لله محررا لخدمة دينه والقيام بشؤون بيت الله إلى غير ذلك من النصوص، وفي شهادة واقع الحياة في البلاد التي لم تمسخ فطرتها دليل كوني عملي إلى جانب ما جاء في كتاب الله وسنة نبيه -صلى الله عليه وسلم- من الأدلة على تفضيل الرجال على النساء.

ثانياً: إذا ثبتت ذكورتك وتحققت فإجراؤك عملية لتتحول بها إلى أنثى - فيما تظن - تغيير لخلق الله وسخط منك على ما اختاره الله لك، على تقدير نجاح العملية وإفضائها إلى ما تريد من الأنوثة وهيهات هيهات أن يتم ذلك، فإن لكل من الذكورة والأنوثة أجهزتها الفطرية الخلقية التي لا يقدر على إنشائها وإكسابها خواصها إلا الله تعالى، وليست مجرد ذكر للرجل وفتحة فرج للمرأة، بل هناك للرجل جهاز متكامل متناسق ومترابط مركب من الخصيتين وغيرهما، ولكل من أجزائه وظيفة وخاصية من إحساس وإفراز خاص ونحوهما، وكذا المرأة لها رحم وتوابع تتناسق معها، ولكل خاصية من إحساس وإفراز خاص ونحوهما، وبين الجميع ترابط وتجاوب، وليس تقدير شيء من ذلك وإيجاده وتدبيره وتصريفه والإبقاء عليه إلى أحد من الخلق، بل ذلك إلى الله العليم الحكيم، العلي القدير، اللطيف الخبير.

وبإذن فالعملية التي تريد إجراءها ضرب من العبث، وسعي فيما لا جدوى وراءه، بل قد يكون فيه خطر إن لم يفض إلى القضاء على حياتك، فلا أقل من أن يذهب بما آتاك الله دون أن يكسبك ما تريد، ويبقى ملازما لك ما ذكرت من العقد النفسية التي أردت الخلاص منها بهذه العملية الفاشلة.

ثالثاً: إن كانت ذكورتك غير محققة، وإنما تظن ظنا أنك رجل، لما تراه في بدنك من مظاهر الذكورة إلى جانب ما تجده في نفسك من أنك تحمل صفات أنثوية وتميل نحو الذكور عاطفيا وتنجذب إليهم جنسيا فتريث في أمرك، ولا تقدم على ما ذكرت من العملية، واعرض نفسك على أهل الخبرة من الدكاترة الأخصائيين، فإذا تحققوا أنك ذكر في مظهرك وأنثى في واقع أمرك فسلم نفسك إليهم ليكشفوا حقيقة أنوثتك بإجراء العملية، وليس ذلك تحويلا لك من ذكر إلى أنثى، فهذا ليس إليهم، وإنما هو إظهار لحقيقة أمرك، وإزالة لما كان ببدنك وكوامن نفسك من لبس وغموض، وإن لم يتبين لأهل الخبرة شيء فلا تغامر بإجراء العملية، وارض بقضاء الله، واصبر على ما أصابك إرضاء لربك، واتقاء لما يخشى من عواقب عملية على غير هدى وبصيرة بحقيقة حالك، وافزع إلى الله واضرع إليه ليكشف ما بك، ويحل عقدك

النفسية؛ فإنه سبحانه بيده ملكوت كل شيء وهو على كل شيء قدير.وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم

١. الفتاوى الهندية (6/ 437)

يجب أن يعلم بأن الخنثى من يكون له مخرجان قال البقالي - رحمه الله تعالى - أو لا يكون له واحد منهما ويخرج البول من ثقبة ويعتبر المبال في حقه، كذا في الذخيرة فإن كان يبول من الذكر فهو غلام، وإن كان يبول من الفرج فهو أنثى، وإن بال منهما فالحكم للأسبق، كذا في الهداية وإن استويا في السبق فهو خنثى مشكل عند أبي حنيفة - رحمه الله تعالى -؛ لأن الشيء لا يترجح بالكثرة من جنسه، وقالا: ينسب إلى أكثرهما بولا وإن كان يخرج منهما على السواء فهو مشكل بالاتفاق، كذا في الكافي قالوا: وإنما يتحقق هذا الإشكال قبل البلوغ، فأما بعد البلوغ والإدراك يزول الإشكال فإن بلغ وجامع بذكره فهو رجل، وكذا إذا لم يجامع بذكره ولكن خرجت لحيته فهو رجل، كذا في الذخيرة وكذا إذا احتلم كما يحتلم الرجل أو كان له ثدي مستو، ولو ظهر له ثدي كثدي المرأة أو نزل له لبن في ثدييه أو حاض أو حبل أو أمكن الوصول إليه من الفرج فهو امرأة، وإن لم تظهر إحدى هذه العلامات فهو خنثى مشكل، وكذا إذا تعارضت هذه المعالم، كذا في الهداية

٢. مجلة المجمع الفقهي الإسلامي، المجلد السادس،ص:٣٥٣

اختلاف تعريف الفقهاء عن تعريف الأطباء للخنثى: ينظر الطبيب الى الغدة التناسلية اولا فان وجدها تحمل المبيض والخصية معا فهذه هي حالة الخنثى الحقيقية التي هي نادرة الحدوث جدا . اما إن وجد أن الغدة التناسلية مبيض والاعضاء الظاهرة ذكرية فإن تلك لحالة حالة الخنثي الكاذبة التي أصلها انثي وظاهرها ذكر ، وان كانت الغدة التناسلية خصية والاعضاء الظاهرة تشبة الانثى فإن ذلك هو الخنثى الذكر الكاذب - أي الذي أصله ذكر وظاهرة الانثى . ويحتاج الطبيب للوصول لمعرفة جنس المولود او البالغ في الحالات المشتبه فيها الى معرفة : (أ) الجنس على مستوى الصبغيات (الكروموسومات) ويمكن تحديده بأخذ خلايا من خلايا الدم البيضاء او خلايا مبطنة للفم لفحصها . (ب) معرفة الغدة التناسلية وذلك بأخذ خزعة (عينة) منها وفحصها نسيجيا . (ج) فحص الاعضاء التناسلية الظاهرة والباطنة وفحص العلامات الثانوية للذكورة أو الانوثة وخاصة في حالة البلوغ. (د) فحص عام للجسم لمعرفة وجود الاورام مثل تلك الموجودة في الغدة التناسلية او الغدة الكظرية

٣. الأشباه والنظائر للسيوطي (ص: 242)

الثاني، والثالث: خروج المني والحيض في وقت الإمكان. فإن أمنى بالذكر، فرجل أو الفرج أو حاض، فامرأة. بشرط أن يتكرر خروجه ليتأكد الظن به، ولا يتوهم كونه اتفاقيا. كذا جزم به الشيخان. قال الإسنوي: وسكوتهما عن ذلك في البول يقتضي عدم اشتراطه فيه. والمتجه: استواء الجميع في ذلك قال: وأما العدد المعتبر في التكرار فالمتجه: إلحاقه بما قيل

دار الإفتاء

في كلب الصيد: بأن يصير عادة له. فإن أمنى بهما، فالأصح أنه يستدل به، فإن أمنى نصفه مني الرجال فرجل، أو نصفه مني النساء، فامرأة، فإن أمنى من فرج الرجال نصفه منيهم. ومن فرج النساء نصفه منيهن، أو من فرج النساء نصفه مني الرجال، أو عكسه، فلا دلالة، وكذا إذا تعارض بول وحيض، أو مني. بأن بال بفرج الرجال، وحاض أو أمنى بفرج النساء. وكذا إذا تعارض المني والحيض في الأصح.الرابع: الولادة. وهي تفيد القطع بأنوثته، وتقدم على جميع العلامات المعارضة لها. قال في شرح المهذب: ولو ألقى مضغة. وقال القوابل: إنه مبدأ خلق آدمي: حكم به. وإن شككن دام الإشكال. قال: ولو انتفخ بطنه، وظهرت أمارة حمل: لم يحكم بأنه امرأة، حتى يتحقق الحمل. لموافق، الجاري على القواعد المذكورة في الرد بالعيب، وتحريم الطلاق، واستحقاق المطلقة النفقة، وغير ذلك.

۴۔امداد الفتاوی جلد ۲ ص: ۲۸۶

الجواب: چونکہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص بالغ ہوگیا ہے اس لئے بول کے احتمالات کو تو علامت نہ بنایا جاوے گا۔--------------------------------والله تعالیٰ اعلم

فداء الله

فداءالله

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۹ صفر المظفر ۱۴۴۴ھ

۲۶ ستمبر ۲۰۲۲ء

ماشاء اللہ بہت تحقیق سے منقح کرکے جواب لکھا گیا ہے۔ بندہ کے نزدیک صحیح ہے۔ البتہ بہتر ہوگا کہ اسکیں دوسرے دور الافتاء سے بھی رجوع کرلیا جائے۔ واللہ سبحانہ اعلم

بندہ
محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۲۹/۲/۱۴۴۴ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الرؤف سکھروی
۱/۳/۱۴۴۴ھ

الجواب صحیح
۱/۳/۱۴۴۴ھ

الجواب صحیح
سید حسین احمد عفی عنہ
۱/۳/۱۴۴۴ھ

الجواب صحیح
محمد عبد المنان عفی عنہ
۱/۳/۱۴۴۴ھ

الجواب صحیح
محمود عبد اللہ عفی عنہ
۱۴۴۴-۳-۱ھ

الجواب صحیح
شاہ محمد تفضل علی عفی عنہ
۱/۳/۱۴۴۴ھ

الجواب صحیح
محمد یعقوب عفا اللہ عنہ
۱/۳/۱۴۴۴ھ

مفتی — دار العلوم کراچی

نائب مفتی — دار العلوم کراچی

دار الافتاء — جامعہ دار العلوم کراچی
۲۹/۹/۲۰۲۲